

# حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ کی کثرت تصانیف کے طاہری اسباب

از: مولانا عبداللطیف قاسمی  
جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

امت میں بہت سارے ماہر مصنفین و تجربہ کار مؤلفین گزرے ہیں جنہوں نے ڈھیر ساری کتابیں تصنیف کیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تصنیفات کو باقی نہیں رکھا؛ بلکہ ان کتابوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا، جن کو اس نے قبول نہیں فرمایا، علامہ خشی مالکیؒ نے مختصر خلیل کے مقدمہ میں ایک تاریخی جملہ رقم فرمایا ہے: کَمِ مَنْ تَأَلَّفَ طُوبَىٰ ذِكْرُهُ، وَلَمْ يُسْتَغْلَبْ بِهٖ كَتَبَتْ اِیْسٰی کِتَابِیْنَ ہِیْنَ جَنِّ کَے نام بھی لوگ جانتے نہیں ہیں، اس کے برخلاف کچھ مصنفین و مؤلفین وہ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی تصانیف کو مقبولیت تامہ و افادیت عامہ عطا فرمایا، امام مالکؒ کے زمانہ میں ابن ابی ذئبؒ ایک بزرگ تھے، انہوں نے ایک موطا نامی کتاب لکھی جو امام مالکؒ کی موطا سے زیادہ ضخیم تھی، لوگوں نے امام مالکؒ سے سوال کیا، مَا الْفَائِدَةُ فِی تَصْنِیْفِہِ؟ اب آپ کی موطا سے کیا فائدہ ہوگا؟ امام مالکؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا: مَا كَانَ لِلّٰہِ بَقِیَ۔ جو اللہ کے لیے ہوگی باقی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے انکی تصانیف کو قبول فرمایا، تحریروں سے قرآن و حدیث کے نصوص، اور منشاء شریعت کو سمجھنے میں مدد حاصل کی جاتی ہے اور انکے اقوال کو سند کا درجہ دیا جاتا ہے، وہ دنیا سے رخصت ہو گئے، لیکن وہ اور انکی تصنیفات۔ زندہ و تابندہ ہیں، امت ان سے برابر مستفید ہو رہی ہے، انکی تالیفات ہمارے نصاب میں داخل، ہمارے کتب خانوں کی زینت، مصنفین، مؤلفین، شارحین، مفتیان کرام، محدثین عظام، مدرسین اور طلبہ، علم کا مرجع اور آنکھوں کا سرمہ بنی ہوئی ہیں۔

امت کے بے شمار اکابر نے متنوع موضوعات پر مقبول اور بے شمار تالیفات اپنے پیچھے چھوڑی ہیں۔ مثلاً امام محمد بن حسن الشیبائیؒ، امام طحاویؒ، امام سلیمان بن احمد الطبرانیؒ، (۴۶ کتابیں) علی

بن عمرو دارقطنی (۸۰)، حاکم ابو عبد اللہ النیساپوری (۱۵۰۰، اجزاء)، احمد بن حسن ابو بکر البیہقی الشافعی (۱۰۰۰) احمد بن علی بن ثابت المعروف بالخطیب البغدادی (۵۶)، محمد بن محمد بن محمد الغزالی، ابو الفرج ابن الجوزی (۲۰۰۰)، ابو البرکات النسی، محمد بن محمد بن عثمان شمس الدین الذہبی، تقی الدین السبکی (۱۵۰)، یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر العسقلانی، حافظ بدر الدین العینی، علامہ محمد بن عبد الرحمن السخاوی (۲۰۰)، جلال الدین السيوطی (۷۲۵) علامہ محمد عبد الرؤف بن تاج المناوی (۸۰) ابن رجب الحسینی، علامہ محمود بن عبد اللہ الآلوسی رحمہم اللہ وغیرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان اکابر کو پوری امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

ان ہی مبارک و مقبولان خدا برزگوں میں ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الندوی اور بالخصوص حکیم الامت مجدد الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ہیں، جن کا تذکرہ یہاں مقصود ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے اعلیٰ درجہ کا ملکہ تصنیف عطا فرمایا تھا، تصوف، تفسیر، حدیث، فقہ، علم کلام، اور تجوید وغیرہ علوم میں آپ کی تصنیفات ہیں، حضرت والا جب کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو اسکا کوئی ضروری پہلو نظر انداز نہیں ہوتا۔

نیز اس کو دلائل عقلیہ و نقلیہ کے ذریعہ مدلل و مبرہن فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو کثرت تصانیف کی نعمت کیساتھ ساتھ ان کو مقبولیت عامہ اور نافعیت تامہ بھی عطا فرمایا ہے، حضرت والا کی کتابوں کی طرف علماء و عوام کا رجوع ہے، اور امت ان سے برابر مستفید ہو رہی ہے۔

حضرت والا کی تصانیف میں شروع ہی سے من جانب اللہ برکت، خصوصی نصرت اور غیبی مدد شامل حال رہی ہے۔

چنانچہ طالب علمی کے زمانے میں ہی جب آپ کی عمر صرف ۱۸ سال کی تھی، فارسی میں مثنوی ”زریو بم“ لکھی، نیز جس زمانے میں حضرت والا اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ العزیز۔ کی خدمت میں قیام پذیر تھے، حاجی صاحب کے حکم سے حضرت ابن عطا اسکندریؒ کی کتاب ”تنویر“ کا اردو ترجمہ ”اکسیر فی اثبات التقدر“ کر رہے تھے، حضرت حاجی صاحب نے بہت کم وقت میں بہت زیادہ کام ہوتا ہوا دیکھ کر یہ بشارت سنائی تھی کہ

اللہ تعالیٰ نے تمہارے وقت میں برکت رکھی ہے، چنانچہ واقعی حضرت والا کے وقت میں کھلی ہوئی برکت دیکھنے میں آئی، جتنے وقت میں جتنا کام حضرت والا کر لیتے تھے، اکثر تجربہ کاروں کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ دوسرا نہیں کر سکتا۔

## کثرت تصانیف میں امداد غیبی کے چند ظاہری اسباب

آپ کی کثرت تصانیف کے ظاہری اسباب مندرجہ ذیل ہیں جن کو آپ کے خلیفہ اور آپ کے سوانح نگار حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے ”اشرف السوانح“ میں بیان کیا ہے۔

### پہلا سبب

حضرت والا کے اندر کسی کام کو شروع کر کے اس سے اپنے قلب و دماغ کو فارغ کرنے کا تقاضا اس شدت سے پیدا ہوتا تھا کہ جب تک اس سے مکمل فارغ نہیں ہوتے، بے قرار و بے چین رہتے تھے، رات دن، وقت بے وقت باشتناہ امورِ ضروریہ کے اسی کی تکمیل کی دھن میں لگے رہتے تھے، اور اس کو جلد سے جلد پورا فرما کر ہی سکون پاتے تھے۔  
خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ لکھتے ہیں:

احقر کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب کلیدِ مثنوی کی شرح قریب الختم تھی تو حضرت والا کے اندر اس سے فراغت حاصل کرنے کا اس شدت کے ساتھ تقاضا ہوا کہ آخر میں دن بھر اسی کو لکھتے رہے پھر تمام رات لکھتے رہے، ایک منٹ کے لیے بھی نہ سوئے اور فجر سے پہلے اسکو ختم کر کے ہی دم لیا، اور فرمایا: پوری رات جاگنے کا اس سے پہلے کبھی اتفاق نہ ہوا تھا جس کا یہ اثر ہوا کہ بوجہ خلاف عادت تعب برداشت کرنے کے بخار ہو گیا، لیکن بخار میں بھی ایک اطمینانی کیفیت تھی کیونکہ کام سے فارغ ہونے کے بعد بخار آیا تھا۔

### دوسرا سبب

امداد غیبی کا دوسرا سبب یہ ہے کہ حضرت والا کو کسی مضمون کے تحریر فرمانے میں زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی، اکثر بڑے بڑے غامض مضامین کو بھی قلم برداشتہ لکھتے دیکھا گیا، اگرچہ دورانِ تحریر اور تحریر کے بعد بھی اس میں اضافات و ترمیمات بکثرت فرماتے رہتے تھے۔

## تیسرا سبب

تیسرا سبب وقت میں برکت ہے کہ موانع سے حفاظت رہتی تھی چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ تفسیر ”بیان القرآن“ لکھنے کے زمانہ میں جس کی مدت تقریباً ڈھائی سال تھی، میرا کبھی کان بھی گرم نہیں ہوا، حالانکہ اس زمانہ میں یہاں طاعون کی بہت کثرت رہی، حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ جب تفسیر لکھنے کے زمانہ میں قصبہ کے اندر شدت کے ساتھ طاعون پھیلایا، تو میں نے دعا کی کہ اے اللہ! جب تک تفسیر پوری نہ ہو اس وقت تک تو مجھے زندہ ہی رکھیے گا، چنانچہ بفضلہ تعالیٰ میرا کان بھی گرم نہ ہوا، الحمد للہ تفسیر مع الخیر پوری ہو گئی۔

## چوتھا سبب

حضرت والا کی کثرت تصانیف کا چوتھا سبب عدم غلو ہے، چنانچہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند نے بھی ایک باریبی رائے ظاہر فرمائی تھی، حضرت تھانوی مولانا حبیب الرحمن رحمہ اللہ کی رائے کو نقل فرما کر فرمایا کرتے تھے واقعی بالکل صحیح فرمایا، زیادہ کاوش سے کچھ کام نہیں ہوتا، میری نظر تو صرف ضرورت پر رہتی ہے، ضرورت سے زیادہ کاوش کرنے سے جی بہت الجھتا ہے، اسی وجہ سے میری عبارت بہت مختصر ہوتی ہے، مگر اظہار مدعا کے لیے بالکل کافی و وافی ہوتی ہے اور واضح ہوتی ہے، بلا ضرورت میں ہرگز طویل نہیں کرتا؛ مگر جہاں وضوح کے لیے تطویل ہی کی ضرورت ہو، وہاں تطویل سے گریز بھی نہیں کرتا۔

حضرت والا جس زمانہ میں بکثرت کتابیں تصنیف فرماتے تھے، اکثر اپنے پاس پنسل اور کاغذ رکھتے تھے اور جس وقت اس کے متعلق کوئی مضمون ذہن میں آتا، فوراً اس کو لکھ لیتے بلکہ بعض اوقات رات کو سوتے وقت بھی تکیہ کے نیچے کاغذ اور پنسل رکھ لیتے تاکہ اگر رات کو بھی کوئی مضمون ذہن میں آئے تو فوراً روشنی کا انتظام کر کے اس کے متعلق یادداشت لکھ لی جائے۔

## پانچواں سبب

حضرت والا نہایت منضبط الاوقات تھے، چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں انضباط اوقات نہ کرتا تو دین کی جو کچھ تھوڑی بہت مجھ سے خدمت ہو سکی ہے ہرگز نہ ہو سکتی، حضرت

والا انضباط اوقات کے سلسلہ میں یہاں تک پابند تھے کہ ایک مرتبہ حضرت والا کے استاذ مکرم حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہند صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، اور آپ کے مہمان ہوئے، تو حضرت والا نے حضرت شیخ الہندؒ کے لیے راحت و آرام کے سارے انتظامات فرمادینے کے بعد جب تصنیف کا وقت آیا، تو نہایت ادب کے ساتھ اجازت حاصل فرما کر تصنیف کے کام میں مشغول ہو گئے، پھر تصنیف میں دل نہ لگا اور تھوڑی ہی دیر بعد حاضر خدمت ہو گئے، لیکن بالکل ناغہ اس روز بھی نہ کیا۔

### چھٹا سبب

چھٹا سبب اخلاص ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت والا اپنی تصنیفات کو معاش کا ذریعہ نہیں بنایا، چنانچہ حضرت والا کی طرف سے عام اجازت ہے کہ جس تصنیف کو جو چاہے اور جتنی تعداد میں چاہے چھاپ سکتا ہے، چنانچہ اہل مطابع نے لاکھوں روپے حضرت والا کی تصانیف کو شائع کر کے حاصل کرتے ہیں۔

ایک انگریز نے حضرت والا سے پوچھا کہ آپ کو تفسیر کے لکھنے میں کتنے روپے ملے؟ حضرت والا نے فرمایا: کچھ بھی نہیں تو اس نے بہت تعجب کیا، اور کہا کہ پھر اتنی بڑی کتاب لکھنے کی آپ نے محنت کیوں کی؟ حضرت والا نے فرمایا کہ ہم لوگوں کا عقیدہ ہے اس زندگی کے علاوہ بھی ایک زندگی ہے جس کو آخرت کہتے ہیں، میں نے یہ محنت اس امید کیساتھ کی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ مجھے اس کا عوض اس دوسری زندگی میں ملے گا، اور دنیا کا فائدہ یہ ہے کہ جب میں دیکھوں گا کہ میرے مسلمان بھائی پڑھ پڑھ کر اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو مجھ کو خوشی ہوگی۔ سب سے بڑی احتیاط جو حضرت والا کی اہم خصوصیات میں سے ہے وہ یہ ہے کہ اپنی تصانیف کے تسامحات و اتفاقی کو جن کا علم خود یا کسی دوسرے کے ذریعے سے ہوتا رہتا تھا، ان سے رجوع فرماتے تھے، اور اس رجوع کو شائع بھی فرماتے رہتے تھے اور اس سلسلہ کا ایک خاص عنوان ”ترجیع الراجح“ تجویز کیا گیا جو مستقل طور پر جاری تھا، اس سلسلہ میں حضرت والا کو جہاں اپنے تسامحات پر شرح صدر ہو جاتا، وہاں رجوع فرمالیتے اور جہاں تردد رہتا ہے وہاں جواب لکھ کر یہ تحریر فرمادیتے کہ دیگر علماء سے بھی تحقیق کر لیا جائے، اس کے متعلق حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا ”ترجیع الراجح“ اس زمانے کی ایک بالکل نرالی چیز ہے یہ سلف صالحین کا معمول تھا، مولانا تھانویؒ کی امتیازی شان اور

کمال صدق و اخلاص کے ظاہر کرنے کے لیے بس یہی کافی ہے، حضرت والا نے بعض فضلاء سے اپنی تصانیف ”بہشتی زیور“ ”امدا الفتاویٰ“ ”تفسیر بیان القرآن“ پر نظر ثانی بھی کرائی اور جن تسامحات پر شرح صدر ہو گیا ان کو اصل نسخہ میں درست فرما کر شائع بھی فرمایا۔

حضرت اقدس تھانویؒ کے کثرت تصانیف کے مذکورہ ظاہری اسباب اصول کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر ہم کامیاب مصنف و مؤلف بننا چاہتے ہیں اور اپنی تصانیف کو مقبول و نافع بنانا چاہتے ہیں تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم مذکورہ اصول کو اختیار کریں، اگر ہم ان اصول کا اختصار کرنا چاہیں تو اس طرح کر سکتے ہیں۔

(۱) شوق و جذبہ (۲) استحضارِ علم (۳) لایعنی امور سے احتراز (۴) تصنع و تکلف سے اجتناب (۵) انضباطِ اوقات (۶) اخلاص۔

لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم بھی ان زریں اصول پر کار بند ہو کر دینی خدمات میں ہمہ تن مصروف رہیں۔

